ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ڈاکٹر انور علی
اسسٹنٹ پروفیسر، اسلامیہ کالج یونیورسٹی، پشاور
ڈاکٹر طاہر عباس طیب
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، جی سی ویمن یونیورسٹی، سیالکوٹ

اردو افسانے میں صوبہ خیبر پختونخواہ کی ایک رسم "سورہ" کا تجزیہ

Dr. Anwar Ali
Assistant Professor, Islamia College University, Peshwar.
Dr. Tahir Abbas Taib
Assistant Professor, Department of Urdu, Govt. College Women University of Sialkot.

Ritual of "Surah" in KPK Urdu Fiction: An Analysis

There are numerous attributes in Pakhtunwali which shows the enlightened mind set of Pathans but it has its demerits as well. Pushtoons themselves don't approve of certain customs that they have been adhered to from ages. One of the bad customs in Pakhtoonwali is Swara. It is a statute of Pathans' national and social constitution which is still in vogue in some remote and backward areas. It says that when a member of a pushtoon's family is killed by an individual of another family and when both the families agree to bury the hatchet through arbitration of an impartial third party in order to stop further bloodshed, then Swara comes handy. And as a result, a maid of the murderer family is married off to the member of the bereaved family as compensation for the loss. Beside other bad practice, this too has been highlighted in Urdu fictions to convey the message that no one has the right to play with the lives of innocent individuals and that in case of mishap, only the culprit should bear the brunt. This treatise aims at showing the Pashtun an enlightened path and will prove to be milestone in pashtoon's culture.

Key Words: *Pakhtunwali, Swara , customs, statute of Pathans' national and social constitution Urdu fictions , aspects & Social Awareness, Pashtoon's culture.*

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

"سورہ"صوبہ خیبر پختونخواہ کے پسماندہ علاقوں کی ایک قدیم اور فرسودہ رسم ہے۔اگرچہ موجودہ دور میں کافی حد تک اس رسم کے نبھاؤ میں کمی آچکی ہے، تاہم بعض پسماندہ وناخواندہ قبائل میں آج بھی یہ رسم رائج ہے۔اس رسم کا اطلاق اس وقت ہوتا ہے جب دو خاندانوں کے مابین عداوت کا سلسلہ چل نکلے۔پشتون معاشرے کی روایات کے مطابق جب کوئی شخص کسی کے قتل کا مرتکب ہو جاتا ہے تو مقتول کے ورثا انتقام لے کر حساب برابر کرنے میں لگے رہتے ہیں، مگر اس طرح حساب تو کیا برابر ہو، دشمنی کا ایک طویل سلسلہ چل نکلتا ہے اوراسے قابو کرنا محال ہو جاتا ہے۔اس لیے دونوں خاندانوں کو بربادی سے بچانے کی خاطر علاقے کے زعماء صلح کی کوشش کرتے ہیں۔یوں مقتول کے ورثا کو راضی کرنے اور ان کا درد بانٹنے کی غرض سے قاتل کے خاندان کی کوئی دوشیزہ مقتول کے ورثا میں بیاہ دی جاتی ہے۔اگرچہ مذہب، انسانیت اور اخلاقیات کی رو سے یہ رسم غیر مہذب اور ناشائستہ ہے لیکن پشتونوں میں غیرت، انا اور انتقامی جذبہ کی تسکین کی بدولت پائی جاتی ہے۔اس روایت کی بنیاد پشتون ولی میں امن کی بنیاد پر رکھی گئی تھی نیز قدیم دور میں یہ رسم پشتون معاشرے کے مسائل حل کرنے میں مدو معاون تھی۔اُس دور میں بزرگ اپنے ننگ کی بدولت "سورہ" کو سسرال میں قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور افرادِ کنبہ اس کے ساتھ کسی قسم کی ناانصافی کو کسرِ شان سمجھتے تھے۔اسے عام شادی شدہ خواتین جیسا مقام دیا جاتا تھا اور اہلِ معاشرہ پر ثابت کیا جاتا کہ ان لوگوں کے سینے اتنے چوڑے اور حوصلے اس قدر بلند ہیں کہ دشمن کی بیٹی کو بھی بہو، بیٹی کے مرتبے پر فائز کیا ہوا ہے۔یوں اس رسم کی بدولت بدترین دشمنی، دیرینہ دوستی اور رشتہ داری میں تبدیل ہو جاتی۔یہ اس رسم کا انتہائی مثبت پہلو تھا۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ افرادِ معاشرہ کے رویوں میں فرق آتا گیا۔پشتونوں میں بھی اپنی اقدار وروایات کی پاسداری کا وہ جذبہ باقی نہ رہا۔موجودہ دور میں "سورہ" کی رسم برائے نام تو باقی رہ گئی کیونکہ اہلِ معاشرہ، عداوت کی اذیت سے بچنے اور اپنے آپ کو موت کی ہیبت سے بچانے کے لیے اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو فریقِ مخالف کے سپرد تو کر دیتے ہیں لیکن یہ عمل انجام پانے کے بعد فریقِ مخالف "سورہ" کے خاندان کو اذیت دینے اور اپنے انتقامی جذبے کو تسکین دینے کے لیے "سورہ" کے ساتھ ناروا سلوک روا رکھتا ہے۔

جہاں تک اردو کے طبع زاد اور ترجمہ شدہ ہر دو قسم کے افسانوں کا تعلق ہے، ان میں پشتون معاشرے کے اقدار، رسوم ورواج اور پشتون کلچر کے مختلف پہلوؤں کی بھرپور عکاسی کی گئی ہے۔ان افسانوں میں اگر ایک طرف پشتون کلچر کے دیگر عناصر کی عکاسی کی گئی ہے تو دوسری جانب اس کلچر میں رائج "سورہ" کی رسم کے نقوش بھی ابھارے گئے ہیں۔ان افسانہ نگاروں نے اپنے زورِ قلم اور فکرِ رسا کی بدولت اس رسم کے ایسے پیکر تراشے ہیں کہ

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

اہلِ کلچر کو سوچنے اور اس قبیح رسم کی بیخ کنی پر مجبور کرنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے۔یوں قدیم و جدید دونوں طرح کے افسانہ نگاروں نے اس رسم کے غیر شائستہ، غیر انسانی اور نقصان دہ پہلوؤں کی بھرپور عکاسی کی ہے۔

سیّد میر بادشاہ بخاری نے افسانہ ''سورہ''میں اس رسم کو موضوع بنا کر اس کے منفی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ افسانے کے دو کرداروں گل حسن اور پائندہ خان کے مابین معمولی تو تکار ہوتی ہے۔یہ معمولی تو تکار بڑھ کر بھیانک صورت اختیار کر لیتی ہے اور پائندہ خان کے قتل پر منتج ہوتی ہے۔گل حسن کا والد ''فیضی کاکا'' پیشے کے لحاظ سے غریب لوہار ہے ۔وہ اونچی ذات کے پختونوں کے مقابلے کی اہلیت نہیں رکھتا اور نہ ہی گاؤں چھوڑ کر ہجرت کر سکتا ہے۔اس لیے وہ پائندہ خان کے والد کے ہاں صلح کی غرض سے جرگہ بھیجتا ہے۔جرگہ کے دوران پائندہ خان کا والد غصے میں آکر فیضی کاکا کو برا بھلا کہہ کر دل کی آگ ٹھنڈی کرنے کی ناکام کوشش کرتا ہے۔اس کے اندر انتقام کا جذبہ ابھرنے لگتا ہے۔وہ صلح کا ارادہ ترک کر لیتا ہے۔صلح کرنا تو درکنار، وہ صلح کا لفظ سننے کا بھی متحمل نہیں ہو پاتا۔ افسانہ نگار نے پشتونوں کے اس رویے کو یوں بیان کیا ہے:

"اُس کا جوان بیٹا قتل کر دیا گیا تھا اور بیٹے کے قتل کا بدلہ اُس کا پیدائشی اور سماجی حق تھا۔"[۱]

اب وہ اپنے بیٹے کے قتل کا بدلہ لینے کی ضد پر اڑ جاتا ہے اور کسی صورت بھی اپنے دشمن کو معاف کرنے پر راضی نہیں ہوتا لیکن بعد میں بالآخر ایک بزرگ کے سمجھانے بجھانے پر صلح کے لیے راضی ہو جاتا ہے۔پائندہ خان کے والد کے راضی ہو جانے کے بعد جرگہ اپنا فیصلہ سنا دیتا ہے جس کی رُو سے فیضی کی نو مولود دخترمہ جبین "سورہ" کی شکل میں پائندہ خان کے بڑے بھائی کے ساتھ بیاہ دی جائے گی۔جرگہ میں یہ بات بھی طے ہو گئی کہ جب بچی کی عمر دس سال ہو گی تب اسے پائندہ خان کے ہاں بھیجا جائے گا۔یوں دس سال بعد ایک معصوم بچی کو پائندہ خان کے گھر بھیج دیا گیا جو آگ میں جھونک دینے سے بھی بدتر فعل تھا۔پائندہ خان کے گھر میں مہ جبین پر ہر وہ ظلم ڈھایا جاتا جو ایک بدترین دشمن پر ڈھایا جا سکتا ہو۔اس کے ساتھ حیوانوں جیسا رویہ رکھا جاتا۔جب پائندہ خان اور اس کے گھر والوں نے مہ جبین پر ہر طرح کے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ ڈالے اور پھر بھی ان کی دل کی آگ نہ بجھ پائی تو بالآخر اسے گھر سے نکال دیا۔مہ جبین کی زندگی، اس کے والد اور اس کے بھائیوں کے ہاتھوں برباد ہو گئی۔ انھوں نے معصوم بچی کو اپنی جانوں کی حفاظت کی بھینٹ چڑھالیا۔دشمن کے گھر سے نکال دیئے جانے کے بعد اس کی زندگی بے مقصد ہو کر رہ گئی۔"سورہ" زندہ لاش ہو کر رہ جاتی ہے، زندہ درگور ہو جاتی ہے۔اس کے دشمنوں کے خوف سے کوئی دوسرا بھی زندگی کی آس دے کر اسے اپنا نہیں سکتا۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ارباب رشید احمد خان کے افسانہ ''گیلی پگڑی''میں بھی''سورہ''کی رسم کے اس مذموم رخ کو بطور موضوع پیش کیا گیاہے۔ کہانی کے مطابق فقیر خان اور شاہنواز خان کے مابین مدتوں سے عداوت کا سلسلہ چل رہا ہوتا ہے، جسے ختم کرنے کی غرض سے شاہنواز کی بیٹی ''سورہ'' کی رسم کا شکار ہو جاتی ہے۔ نفرت وعداوت کے داغ دھونے سے نہیں دھلتے، پشتون کلچر کا المیہ یہ ہے کہ دور حاضر میں صلح کے باوجود دشمنی، دوستی میں نہیں بدلتی۔ صلح کے بعد بھی دشمن کو دشمن ہی ماناجاتا ہے۔ شاہنواز خان، امین کے ساتھ اپنی بیٹی بیاہ تو دیتا ہے لیکن ذہنی طور پر وہ امین خان کو اپنا داماد تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہو سکا۔ اس مرحلے پر افسانہ نگار حقیقت نگاری سے کام لیتے ہوئے پشتون معاشرہ کے فرد کی غیرت، جذبۂ انتقام، سوچ وفکر اور جذبات کی عکاسی کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> "شاہنواز کی نظر امین کے سر پر بندھی ہوئی نئی پگڑی کے دو زیریں گیلے پلوؤں پر پڑی۔ اور اس کے ساتھ ہی امین کے کانوں کے نیچے پانی کے دو قطرے سورج کی سرخ کرنوں کی روشنی میں جگمگائے۔ شاہنواز خان کی آنکھوں میں یہ قطرے چبھ سے گئے۔ اس نے آنکھیں میچ لیں۔ پھر فوراً بعد میں جب آنکھیں کھولیں تو وہی قطرے اُسے سرخ نظر آنے لگے۔ اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ اور ابھی اس کے کان پوری طرح سرخ نہیں ہوئے تھے کہ فائر کی آواز کے ساتھ حجرہ لرز گیا۔ امین کے قدم لڑکھڑائے اور پھر ان میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔ کسی نے شاہنواز خان سے کہا۔ ''ظالم! یہ تونے کیا کیا۔ اپنی بیٹی کا گھر تباہ کر دیا'' شاہنواز خان کی بھری بھری مونچھوں تلے سے صرف اتنی آواز آئی۔ ''اچھا ہوا۔ اس کی گیلی پگڑی اب میری آنکھوں کو نہیں چندھیائے گی۔"[۲]

اگرچہ پشتون ثقافت اور رسم ورواج اپنے اندر کافی سارے افادی پہلو رکھتا ہے اور اس کے کئی رخ ایسے ہیں جنھوں نے پشتون ذہن اور ان کے کلچر کو ایک انفرادی شان سے نوازا ہے۔ لیکن یہ کلچر بعض ایسے تاریک پہلو بھی رکھتا ہے جو خود پٹھانوں کی نگاہوں میں بھی کھٹکتے ہیں اور انھیں غور وفکر کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ قوم غلط کو غلط سمجھنے کا شعور رکھتی ہے مگر نسل در نسل ان رسوم کے ساتھ چمٹے رہنے کی بدولت آج تک ان قبیح رسوم سے چھٹکارا نہ پا سکی۔ افسانہ ''سورہ'' میں اس غیر اخلاقی، غیر انسانی اور جہالت پر مبنی رسم کو موضوع بنا کر مصنف غور وفکر کی دعوت دیتا ہے کہ انصاف کی یہ کون سی صورت ہے کہ جس میں فریقین خدا بن کر معصوم جان کی تقدیر کا فیصلہ سنا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

تے ہیں اور انتقام کی بھڑکی ہوئی آگ کا نوالہ بنا دیتے ہیں۔یوں دشمنی کی آگ ممکن ہے کہ ٹھنڈی پڑ جائے مگر ایک معصوم کی زندگی موت سے بھی بدتر ہو جاتی ہے۔ایک انسان کو مویشی سمجھ کر اس کی زندگی کا فیصلہ کرنا انسانیت نہیں بلکہ حیوانیت ہے۔

پشتون معاشرے میں "سورہ" کے ساتھ نکاح تو کر لیا جاتا ہے مگر اس کے باوجود اسے وہ حقوق نہیں دیئے جاتے جو ایک عام منکوحہ کو حاصل ہوتے ہیں۔اگر خوش قسمتی سے "سورہ" کا سسرال مہذب ہوا، تو اس کے ساتھ بہتر سلوک روا رکھتا ہے اور اسے انسانی حقوق سے نوازتا ہے، لیکن ایسا بہت کم صورتوں میں ہوتا ہے۔بالعموم اسے حقوق سے محروم کر کے تنگ کرنے اور تڑپا دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔اس سلسلے میں ہر ہر حربہ بروئے کار لایا جاتا ہے۔اسے بھوکا رکھنا، موزوں لباس سے محروم رکھنا، آرام کے لیے مناسب وسائل سے اغماض برتنا اور بات بات پر مار پیٹ کرنا وغیرہ۔اگر مرد پہلے سے شادی شدہ ہو تو سوکن "سورہ" کی مالکن بن کر اس کے تقدیر کے فیصلے کرتی ہے۔یہ امر قابل افسوس ہے کہ عورت ہی عورت کے جذبات کو سمجھنے سے قاصر رہ کر اس کا استحصال کرنے پر اتر آتی ہے۔اگر مرد پہلے سے شادی شدہ نہ ہو تب بھی "سورہ" کو اذیت دینے کے لیے دوسری شادی کرتا ہے تاکہ سوکن لا کر "سورہ" کو اس کی کنیز بنا لیا جائے اور یوں جذبۂ انتقام کی تسکین ہو سکے۔عبد الکافی ادیب کا افسانہ ''سورہ'' میں بھی اس رسم کے تاریک پہلوؤں کی نشاندہی کی گئی ہے۔انھوں نے "سورہ" کی حیثیت پر روشنی ڈالی ہے کہ جب ایک عورت دشمنی کی بھینٹ چڑھ کر "سورہ" بن جاتی ہے تو اس کی زندگی سے کس طرح کھلواڑ کیا جاتا ہے اور اس کی شخصیت کو کس طرح مسخ کیا جاتا ہے۔انھوں نے اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ آیا اس رسم کے وسیلے سے عداوت و انتقام کا جذبہ ماند پڑ جاتا ہے یا مزید بھڑک اٹھتا ہے۔ظاہر ہے کہ انتقام کا جذبہ مٹتا نہیں بلکہ بھیانک صورت اختیار کر جاتا ہے۔ انتقام کا محور و مرکز صرف ایک معصوم ذات بن جاتی ہے جس پر خوشحال زندگی گزارنے کے تمام دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔افسانے میں اس راز سے بھی پردہ ہٹایا گیا ہے کہ اس غیر انسانی رسم کو فروغ دینے میں اکثر علاقے کے بڑے بزرگ، خان، ملک، حتیٰ کہ مولوی صاحبان بھی اپنا کردار ادا کر رہے ہوتے ہیں۔یعنی معاشرے کا وہ طبقہ جسے باشعور، سلیقہ مند اور علم دوست مانا جاتا ہے، اس سازش میں شریک ہو کر بے بس خواتین سے زندگی کا حق چھین لیتا ہے۔یہ لوگ منصف بن کر ستم ڈھاجاتے ہیں۔ایسی صورتحال میں "سورہ" کے پاس رونے، آہیں بھرنے اور زندگی کا ماتم منانے کے سوا کچھ بھی باقی نہیں رہ پاتا۔ان معصوم لڑکیوں کا سب سے بڑا قصور یہ ہے کہ ان کا تعلق قاتل کے خاندان سے ہے ۔اس لیے ان کا یہ قصور ناقابلِ معافی اور سزا کا موجب بن جاتا

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ہے۔۔ معاشرے کے دیگر طبقات کا عورت پر ظلم اور اس کا استحصال کرنا دراصل ان کے جہل اور ہٹ دھرمی کی علامت ہے۔ اس لیے عام عوام کے ہاتھوں خواتین کے استحصال کا مکروہ دھندہ تو کسی حد تک قابلِ فہم ہے۔ لیکن جب مذہبی طبقہ کے افراد خواتین کی داد رسی کی بجائے خان ،ملک، سردار یا دیگر اہلِ ثروت کی معاونت کرکے دستِ ستم کو طاقتور اور دستِ مظلوم کی قطع و برید میں سرگرم ہوں تو اہلِ علم کا یہ فعل نا قابلِ فہم بن جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ اہلِ علم میں سے کچھ لوگ عارضی مفادات کے پیشِ نظر اس مکروہ رسم کا حصہ بن کر اسے بطور مذہبی فریضہ انجام دیتے نظر آتے ہیں۔ یوں خواتین پر ڈھائے جانے والے مظالم کے خلاف صف بستہ ہونے والا طبقہ مصلحتوں کا شکار ہو کر اپنا معاشرتی وقار کھودینے کے ساتھ ساتھ خواتین کو بھی زندہ درگور کر دیتا ہے۔

افسانہ ''سورہ'' میں پشتون معاشرے کے اس پہلو پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ افسانے کے مطابق فریقین کو "سورہ" کی رسم پر متفق کرانے کے لیے مولوی ہی کردار ادا کرتا ہے۔ وہ ایک ناجائز رسم کو فروغ دینے اور اسے جائز بنانے کے لیے دوڑ دھوپ کرکے عمائدینِ علاقہ کو اکٹھا کرکے جرگے کی شکل بنالیتا ہے۔ لوگوں کو مرعوب کرنے کے لیے قرآن کریم کی چند آیاتِ کریمہ پڑھ کر سنالیتا ہے اور خیر و برکت کی خاطر اجتماعی دعا کرالیتا ہے۔ دعا کے بعد فریقین کو اس بات پر مبارکباد دی جاتی ہے کہ اللہ کے فضل سے ان کی دیرینہ دشمنی دوستی اور رشتہ داری میں بدل گئی۔ اگرچہ اس بات کی کوئی ضمانت نہیں کہ یہ دوستی یا رشتہ داری کب تک قائم رہ پائے گی۔ یوں مولوی لوگوں کی نظر میں مصلح، مسیحا اور ملجا و ماویٰ بن جاتا ہے۔ سورہ میں جانے والی لڑکی کو اس بات کا گہرا احساس ہوتا ہے کہ اگر اس کی شخصیت کی تنسیخ سے بات بنتی ہے اور اس کے سر کے سودے پر دشمنی کی آگ تھم سکتی ہے تو یہ سودا گھاٹے کا نہیں۔ وہ اپنے گھر کی بزرگ خواتین کی دائمی نصیحت کو پلّو سے باندھ کر آخری دم تک یاد رکھتی ہے کہ بیٹی ایک تیری ذات کے سودے پر نسلیں برباد ہوتے ہوتے بچ گئی ہیں۔ ہماری سیادت و وقار کی لاج رکھنا تیرے ہاتھ میں ہے۔ یہ بیٹی پشتون ولی کے سفر کی سنگ میل اور منزل کے لیے نشان راہ ہے۔ پشتون ولی اگر لہو کا تقاضا کرتی ہے تو جرأت آزمائی میں اسی بیٹی کے قدم سب پر مقدم ہوتے ہیں۔ سورہ ایک نہایت غلط رسم سہی مگر پشتون ولی کے تقاضوں کی تکمیل اور روایات سے عہدہ برآ ہونے کے لیے یہ بیٹی وہ قربانی دیتی ہے جو کربلا میں حضرت زینبؓ سے یادگار ہے۔۔ افسانہ ''سورہ'' میں مصنف اس رسم کی ادائیگی، اکرم کی زبانی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

> "دوستی کے اس رشتے کو مضبوط کرنے کے لیے رسم و رواج کے مطابق قاتل کی چھوٹی بہن مقتول کے بھائی کو بطورِ سورہ بیاہی جائے گی۔ فیصلہ اس بات پر ہوا کہ چونکہ قاتل

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

کی بہن زبیدہ جس کی عمر سات برس ہے، نابالغ ہے۔ اس لیے سن بلُوغ تک پہنچنے کے لیے وہ اپنے باپ کے گھر پر رہے گی۔ اُس دن بڑی خوشیاں منائی گئیں۔ بابا رحمت خان نے مجھے گلے سے لگایا اور اپنے ساتھ گھر لے آیا۔"[۳]

یوں ایک بے زبان بچی کو ایک ایسے جوان کے چنگل میں پھنسا دیا جاتا ہے جس کی نشوونما ایک بری صحبت میں ہو چکی ہے۔ وہ چرس جیسے برے نشے کا عادی ہے اور بد خصلت بھی۔ گمراہی کے راستے پر چلتے ہوئے کئی برس گزر جاتے ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی بد چلنی میں مزید اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ چرس کا بے دریغ استعمال اس کے دماغ کو بری طرح متاثر کر دیتا ہے۔ معمولی بات پر بگڑ کر آپے سے باہر ہونا اور بات بات پر لام کاف بکنا اس کی فطرتِ ثانیہ بن جاتی ہے۔۔ والد کی ناگہاں موت سے وہ مزید بگڑ کر خود سَر بن جاتا ہے۔ والدہ کے کہنے سننے کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ گھر، گاؤں اور محلے کی بزرگ و تجربہ کار خواتین اس کی والدہ کو بیٹے کا گھر بسا دینے کی تجویز پیش کر دیتی ہیں۔ چنانچہ اس کی والدہ خواتین کی تجویز کو عملی جامہ پہناتے ہوئے کلثوم نامی لڑکی سے اس کی شادی کرا دیتی ہے۔ یوں زبیدہ کی شادی ہونے سے پہلے ہی سوکن لا کر اس کے اوپر بٹھا دی جاتی ہے اور ایک بے زبان بچی "سورہ" کی رسم کا شکار ہو جاتی ہے۔ پشتون سماج اس سے قربانی کا تقاضا کرتا ہے جبکہ وہ بھی اپنی زندگی نثار کر دینے کے لیے آمادہ ہوتی ہے۔ افسانہ نگار اس حقیقت سے بھی پردہ اٹھاتا ہے کہ جس مقصد کے تحت ایک بے زبان بچی کی زندگی داؤ پر لگائی جاتی ہے، اس رسم کے اطلاق سے وہ مقصد پھر بھی ادھورا ہی رہتا ہے۔ "سورہ" کی بھینٹ چڑھ جانے والی لڑکی کی قربانی کوئی گل نہیں کھلاتی، نہ تو دشمنی کے بھڑکتے ہوئے شعلے بجھتے ہیں اور نہ ہی نفرت و حسد کا سلسلہ دائمی محبت و آشتی میں بدل جانے کا کوئی امکان ہوتا ہے۔ دورِ حاضر میں ایسا ہونا کسی صورت بھی ممکن نہیں۔ اس رسم کے اطلاق کے بعد محض دشمنی کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ بیشتر صورتوں میں قاتل کی زندگی تو محفوظ ہو جاتی ہے مگر "سورہ" دشمنی کی آگ میں زندگی بھر جلتی رہتی ہے اور ایسی زندگی سے موت بھی پناہ مانگتی ہے۔

خالد سہیل ملک کے افسانہ "سورہ"(۴) میں پشتون ثقافت کی ایک ایسی رسم کا تذکرہ کیا گیا ہے جو دورِ حاضر میں بھی پشتونوں کے ہاں جزوی طور پر رائج ہے۔ پشتون ثقافت میں دو خاندانوں کے مابین عداوت کو دائمی طور پر جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لیے جرگہ اپنا فیصلہ اس صورت میں صادر کرتا ہے کہ مقتول خاندان کے نقصان کا ازالہ کرنے اور افرادِ خاندان کے سینوں میں انتقام کی بھڑکتی ہوئی آگ کو بجھانے کے لیے قاتل فریق اپنی کسی لڑکی کا نکاح مقتول فریق کے کسی فرد کے ساتھ کرائے گا۔ اس طرح کی بعض رسوم ہندوستان کے طول و عرض کی دیگر ثقافتوں میں بھی مروج

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

ہیں۔بالعموم پشتون بذاتِ خود"سورہ" کی رسم کو انتہائی قبیح اور ناگوار رسم سمجھتے ہیں مگر مقتول خاندان کے افراد کے دلوں پر لگے ہوئے زخموں کے اندمال اور نفرت و کدورت کو مٹانے کی خاطر اس رسم کا اطلاق ضروری متصور ہوتا ہے۔اس رسم کے سماجی پس منظر اور اغراض و مقاصد سے قطع نظر کر کے جو اہم سوال ذہنوں میں کھٹکتا ہے وہ یہ ہے کہ جس بچی کی شادی اس کی رضا کے خلاف دشمن کے خاندان میں کر دی جائے،اس کے بیاہ سے ظاہری طور پر تو دشمنی ختم ہوتی ہوئی نظر آتی ہے مگر جو والدین اپنے جگر گوشے کو کھو چکے ہیں اور جن بہن بھائیوں کا بھائی بچھڑ چکا ہے قاتل خاندان کی بہن،بیٹی کے ساتھ کیا سلوک روا رکھیں گے اور اپنے گھر میں اسے کس مقام پر فائز کریں گے۔ دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ قاتل کو چھوڑ کر اس کے جرم کی سزا ایک ایسی معصوم ذات کو کیوں دی جاتی ہے جس کا اس جرم سے کوئی سروکار ہی نہ ہو۔ خالد سہیل ملک نے مذکورہ افسانے میں اس رسم کے انھی پہلوؤں کا احاطہ کیا ہوا ہے۔اس افسانے کا گیارہ سالہ کردار معصوم بچی ریشمینہ ہے۔ریشمینہ اپنے بوڑھے باپ کی معیت میں گھر سے پہلی بار نکلتی ہے۔وہ اپنے مستقبل کے بھیانک فیصلے کے انجام سے بے خبر محو سفر ہے۔اسے کیا خبر کہ اس کا یہ خاموش سفر اس کے معصوم جذبات کا پوشیدہ قاتل ہے۔گھر کے افراد کی گفتگو سن کر اسے معلوم پڑ جاتا ہے کہ وہ "سورہ " ہے مگر وہ اس بات سے لاپرواہوتی ہے۔کیوں کہ اس کی عمر سورہ کے مفہوم کے احاطے سے قاصر ہے۔ریشمینہ کا بھائی ایمل خان،گل خان کو قتل کر دیتا ہے۔جرگہ یہ فیصلہ صادر کر دیتا ہے کہ قتل کے عوض ایمل خان کی بہن ریشمینہ کو گل خان کے باپ کے ساتھ بیاہ دی جائے۔لہٰذا ریشمینہ گیارہ برس کی عمر میں سورہ کی صورت میں بیاہ دی جاتی ہے۔ ریشمینہ کو اپنا گھر اور قریب ہی دریا کے کنارے کی یاد بہت ستاتی ہے جہاں کھیلتے کھیلتے وہ گیلی ریت سے گھروندے بناتی اور پھر جب ان گھروندوں کی حفاظتی فصیلوں پر مورچے لگانے کی سعی کرتی تو گھروندے گر کر ڈھے جاتے۔سسرال میں جب ریشمینہ سن بلوغت کو پہنچ کر شباب کی سرحد میں قدم رکھ لیتی ہے تو اسے محسوس ہونے لگتا ہے کہ وہ آزاد پنچھی نہیں بلکہ پابندِ سلاسل ہے۔وہ اس حبس زدہ زندگی سے فرار حاصل کرنا چاہتی ہے مگر یہ ممکن نہیں ہو پاتا۔ ہوتے ہوتے وہ اپنے شوہر کے بھانجے کو پسند کرنے لگتی ہے اور ایک دن موقع پا کر دونوں وہاں سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔وہ یہاں سے دور کسی اور مقام پر منتقل ہونے کی ٹھہرا لیتے ہیں مگر جانے سے قبل ایک رات اپنے بچپن کی سہیلی شاندانہ کے ہاں گزارتی ہے اور اسے مجبور کرتی ہے کہ وہ آخری مرتبہ اسے اس کی ماں سے ملوادے۔شاندانہ اسے منع کرتی ہے مگر اس کے جذبات کا احساس کر کے اس کی ضد کے آگے بے بس ہو جاتی ہے۔ماں سے مل کر اس کے جذبات آنسو بن کر بہنے لگتے ہیں۔وہ خوب رو رو کر اپنا دل ہلکا کر لیتی ہے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

صبح سویرے تنہا دریا کنارے جا کر گیلی ریت پر گھروندہ بناتی ہے اور گھروندے کی فصیلوں پر پہلی مرتبہ مورچے بنانے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔ وہ مسرت کے ایک خوشگوار احساس کے ساتھ زمین سے اٹھنے لگتی ہے کہ اسی اثنا میں گولی چلنے کی آواز آتی ہے۔ ریشمینہ کی ماں اپنے بیٹے ایمل خان کو اس کے بھاگ جانے کی اطلاع دیتی ہے اور ایمل خان دریا کنارے پہنچ کر ریشمینہ کو وہیں ڈھیر کر دیتا ہے۔ خالد سہیل ملک نے اس افسانے میں پشتون ثقافت میں مروج غیر انسانی رسوم کا پردہ چاک کر کے رکھ دیا ہے اور بڑے سلیقے کے ساتھ ایک مکمل منظر کینوس پر اتارا ہے۔

دورِ حاضر میں "سورہ" کی رسم کا کوئی مثبت حوالہ بچا ہی نہیں اس لیے اردو افسانے میں "سورہ" کی رسم کے منفی و تاریک پہلوؤں کو نمایاں کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ ان افسانوں میں یہ تاثر ابھارنے پر زور دیا گیا ہے کہ "سورہ" کی رسم کے اطلاق کی دیرینہ غایت یہ ہوتی ہے کہ مقتول خاندان کے افراد کا انتقامی جذبہ ٹھنڈا کر لیا جائے اور ان کے دلوں میں موجود نفرت و کدورت کو صاف کرا لیا جائے۔ اس رسم کے اطلاق کے بعد قاتل اور اس کے خاندان کے دیگر افراد کا ذہن مقتول کے ورثاء کی طرف سے پیش آنے والے خطرات سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اگرچہ "سورہ" کی رسم کے زیرِ اثر طے ہونے والے رشتے کی غایت تو بہت نیک اور انسانیت کو بربادی سے نجات دلانی والی ہوتی ہے مگر اس کا انجام اکثر صورتوں میں بہت بھیانک ہوتا ہے۔ لڑکی کے مستقبل کا فیصلہ "سورہ" کی حیثیت سے کرا کر اسے دشمن کے ہاتھ سونپ دینا اس کی زندگی اور جذبات سے کھلواڑ کرنے کے برابر ہوتا ہے۔ دشمن کے گھر میں اسے نازیبا سلوک کا سزاوار ٹھہرا دیا جاتا ہے۔ وہ اپنے قاتل بھائی یا باپ کی وحشت کا پیکر اور اپنے مقتول عزیز کے بہتے ہوئے لہو کے دھاروں کا مجسمہ بن جاتی ہے۔ وہ ایک ایسی زندگی کا شکار ہو جاتی ہے جو دائمی طور پر آلام و مصائب اور کرب و اذیت سے ہمکنار ہوتی ہے۔ سورہ کے زیرِ اثر طے کیے جانے والے رشتے میں عمر کی پروا بھی نہیں کی جاتی۔ اکثر صورتوں میں کسی معصوم سی بچی کو مقتول کے ورثا انتقام کی خاطر خاندان کے کسی ضعیف العمر کے ساتھ منسوب کر لیتے ہیں۔ اگرچہ اس رشتے کا اطلاق ان غایات کے تحت کیا جاتا ہے کہ قاتل کے خاندان کو تحفظ فراہم ہو سکے، مقتول کے ورثاء کی انا کی تسکین ہو سکے اور فریقین کے مابین دشمنی کا سلسلہ ختم ہو کر دوستی میں بدل جائے اور ان کی خوشی کا سامان مہیا کیا جا سکے، مگر تاریخ گواہ ہے کہ چند استثنائی مثالوں کے علاوہ ایسے رشتے کبھی بھی، کہیں بھی فریقین کے لیے خوشی و مسرت کا باعث نہیں بنے۔

ISSN (Print): 2709-9636 | ISSN(Online) : 2709-9644 | ISSN-L : 2709-9636

حوالہ جات

۱. سید میر بادشاہ بخاری، سورہ، مشمولہ: پشتو افسانے، مترجم: رضا ہمدانی، لاہور: گوشۂ ادب، سن ندارد، ص ۱۷۳

۲. ارباب رشید احمد خان، گیلی پگڑی، مشمولہ: صرف شرفا کے لیے، مترجم: قیوم مروت، لاہور: گلشن ادب پبلی کیشنز، ۱۹۹۷ء، ص ۲۶

۳. عبدالکافی ادیب، سورہ، مشمولہ: بگڑے چہرے، پشاور، یونیورسٹی بک ایجنسی، ۱۹۶۲، ص ۴۷

۴. خالد سہیل ملک، سورہ، مشمولہ: مجلہ خیبر، پشاور، اسلامیہ کالج، ۱۹۹۴ء